"اہل سنت والجماعت"
سے متعلق چند ضروری توضیحات

تحریر
مفتی عبیدالرحمان صاحب
رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقویٰ، مردان

فہرست مضامین

"اہل سنت والجماعت" سے متعلق چند ضروری توضیحات ٣

اس بحث کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ ۵

حق و باطل کے درمیان تمییز کرنے کی اہمیت ٦

گمراہ فرقوں کی نشاندہی نہ کرنے کی حکمتیں....................................... ۷

امام غزالی رحمہ کا وقیع تجربہ ٩

کسی کو کب اہلِ بدعت قرار دیا جائے؟ ١٢

اہل سنت و بدعت ہونے کا معیار ١۴

ضابطہ کی بات ١۵

بدعت اعتقادی مراد ہے یا عملی بھی؟ ١۷

"اہل سنت والجماعت" سے متعلق چند ضروری توضیحات

متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ (۷۳) فرقوں میں بٹے گی جس میں ایک جماعت خالص اہل حق کی ہوگی اور باقی جماعتیں اپنی اعتقادی خرابی کی وجہ سے جہنم جائیں گی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر آپ ﷺ نے اس نجات پانے والے اہل حق کی جماعت کا یہ تعارف کروایا کہ "ما انا علیہ واصحابی" اور بعض روایات میں "الجماعۃ" جبکہ بعض جگہ "السواد الاعظم" کا ذکر کیا گیا ہے [1]، یعنی جو جماعت میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر ہوگی وہ اہل حق کی جماعت ہوگی اور وہی نجات پائے گی، "الجماعۃ" سے بھی بظاہر جماعت صحابہ کرام

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. سنن الترمذي ت بشار مَا جَاءَ فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الأُمَّةِ، ج٤ص٣٢٣)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي، أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ. سنن الترمذي ت بشار بَابُ مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الجَمَاعَةِ، ج٤ص ٣٦)

أبو خلف الأعمى، قال: سمعت أنس بن مالك، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: «إن أمتي لا تجتمع على ضلالة، فإذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم

سنن ابن ماجه باب السواد الأعظم، ج٢ص ١٣٠٣)

مراد ہے۔ حضور ﷺ کے اس تعارف کو بعد میں اہل سنت والجماعت سے تعبیر کیا گیا اور یہی تعبیر اہل علم کے ہاں مقبول ومشہور ہوئی،اس میں جماعت سے حضرات صحابہ کرام -رضوان اللہ علیہم اجمعین- کی جماعت مراد ہے لہٰذا اہل سنت والجماعت کا مطلب یہ ہوا کہ:

" وہ لوگ جو حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کی سنت اور طریقہ کار کو اپنائے رکھتے ہیں اور اپنی زندگی میں اسی پر کاربند رہتے ہیں"۔

اب اگر کوئی شخص سنت ہی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اس کو دین کے ماخذ وحجت کے طور پر تسلیم نہیں کرتا وہ اس نجات دہندہ جماعت کا فرد شمار نہیں کیا جاسکتا، یوں ہی اگر کسی کے ہاں حضرات صحابہ کرام کی جماعت کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہو تو بھی وہ کسی طرح اہل سنت والجماعت میں سے تصور نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں تک تو بات بالکل بے غبار ہے، لیکن اسلامی نظامِ خلافت نہ ہونے کی وجہ سے پورا عالم اسلام فکری انتشار اور آوارگی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے جس میں آئے روز نت نئے فتنوں اور فرقوں اور جماعتوں کی پرورش ہوتی رہتی ہے اور لامحالہ ہر جماعت اپنے ہی حلقہ فکر کو اہل حق اور اہل سنت والجماعت خیال کرتی ہے اور لوگوں میں اسی کی دعوت وپرچار کرتی ہے،اس تناظر میں بکثرت یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اہل سنت والجماعت میں ہونے کا کیا ضابطہ ہے؟ وہ کونسے اصول وضوابط ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی شخص یا جماعت اہل سنت والجماعت کا صحیح معنیٰ میں مستحق ہو سکتا ہے اور جس کی خلاف ورزی کی وجہ سے وہ اس دعویٰ کا مستحق نہیں رہ

پاتا! کیا ہر اختلاف اس بات کا موجب ہے کہ اس کے کرنے والے کو اہل سنت کے دائرہ سے نکالا جائے یا اس میں کچھ تفصیل بھی ہے؟

اس بحث کا کوئی فائدہ بھی ہے؟

لیکن اس بحث میں جانے سے پہلے اس نکتہ پر غور کرنا مناسب ہے کہ آیا اس فیصلہ کا کوئی شرعی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ کسی شخص یا جماعت کو اہلِ سنت والجماعت میں سے سمجھنے یا کسی کو اہل بدعت قرار دینے کا عملی طور پر کیا فائدہ ہے؟ بعض اوقات اس بحث کو اس لئے بے فائدہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا کوئی حاصل نہیں ہے اور اسی لئے جن اہل علم نے مختلف فرقوں کے نام گنوا کر ان کو گمراہ و مبتدع لکھا ہیں ان کی مذمت و تردید کی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بحث بالکل بے فائدہ نہیں ہے۔

اس کا ایک بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف جماعتوں کے درمیان حق و باطل پہچاننے کا جو ترازو مقرر کیا تھا اس پر ہر جماعت اپنے آپ کو تول کر رکھے، معیار و ترازو کے بغیر کسی چیز کی حقیقی مقدار کو یقینی طور پر متعین کرنا ممکن نہیں ہوتا اور ہر وقت یہ امکان موجود رہتا ہے کہ مقدار میں غلط اندازے کی وجہ سے کسی کا حق دوسرے کے پاس نہ جائے، اگر کوئی تاجر دکان میں ترازو نہ رکھے اور اس کے باوجود وزن و مقدار پر چیزیں فروخت کرتا رہے تو لامحالہ وہ یا تو کسی گاہک کا حق دبائے گا یا اس غفلت کی وجہ سے گاہک لاشعوری طور پر اپنے حق سے زیادہ لے لے گا اور علاوہ ازیں ایسے دکان میں آئے دن شور و شغب ہو گا۔

حق وباطل کے درمیان تمییز کرنے کی اہمیت

یوں ہی دینی لحاظ سے بھی حق وباطل کا واضح رہنا اور دونوں کے درمیان صاف خطِ فاصل کا ہونا لازم ہے اور یہی شریعتِ اسلامیہ بلکہ تمام ادیانِ سماویہ کا منشا بھی ہے ،اگر اس معیار وترازو ہی کو ختم کیا جائے تو انجام کار حق خالص حق رہے گا نہ ہی باطل وگمراہی کا خدوخال واضح ہوگا کہ لوگ دیکھ کر اس سے باز آئے بلکہ بہت سے لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے دامن کے اسیر بن جائیں گے،اسی طرح اہل سنت ہونے / اہل بدعت ہونے پر جو کچھ احکام مرتب ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ مبتدع شخص امامت کا اہل نہیں ہے الخ وغیرہ، یہ احکام تبھی واضح اور قابل عمل ہوسکتے ہیں جب کہ سنت وبدعت میں اچھی طرح تمیز کی جائے، لہٰذا سنت وبدعت، اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت کے درمیان تمییز و تفریق کرنا ضروری ہے اور اس کا درست معیار وہی ہے جو حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا یعنی "ما انا واصحابی"

البتہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دیگر مسائل کی طرح یہاں بھی شرعی مصالح ومفاسد کا موازنہ کرنا ضروری ہے اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بعد اگر اطمینان ہو جائے کہ کسی خاص جماعت یا فرد کو اہل سنت سے خارج قرار دینے یا اہل بدعت کہنا ہی شرعی مصلحت کا تقاضا ہے تو ہی ایسا اقدام کرلینا چاہئے ورنہ تو عقل مندی کا تقاضا بھی یہ ہے اور حضرات سلفِ صالحین اور علماءِ راسخین کے طرز عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا نام لئے بغیر صرف اس عمل کی تردید ومذمت کی جائے جس کی بناء پر اس کو مبتدع قرار دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہو، اگر کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو حتی الامکان کسی خاص شخص یا گروہ کا نام لے کر اس

کے متعلق ایسا فیصلہ کرنے سے گریز ہی کر لینا چاہئے، اس کی ایک بڑی نظیر یہی ہے کہ "افتراق امت" کی احادیث میں آپ ﷺ نے ان فرقِ ضالہ کا نام لینا ہی ان کے ایجاد کرنے والوں کی کوئی خاص نشاندہی فرمائی حالانکہ حضرت حذیفہ وغیرہ کئی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت میں قیامت تک اٹھنے والے فتنوں اور ان کے قائدین کا علم دیا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے نہ ان فرقوں کا نام لیا اور نہ ہی ان کی کوئی مخصوص نشاندہی فرمائی بلکہ صرف اہل حق جماعت کا منشور اور ان کا طریقہ کار آسان اور واضح انداز میں بیان فرمایا۔

گمراہ فرقوں کی نشاندہی نہ کرنے کی حکمتیں

امام شاطبی رحمہ اللہ وغیرہ کئی محققین نے اس کی متعدد حکمتیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس میں گمراہ لوگوں کی پردہ پوشی اور ستر ہے، اس امت مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بہت سی خصوصیات و امتیازات سے نوازا ہے ان میں سے ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ قدیم امتوں میں اگر کوئی شخص رات کو گناہ کرتا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا، قربانی میں قبولیت و اخلاص کی نشانی یہی ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ آکر جانور کو کھا جاتی، اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ریاء کی یا قبول نہ ہونے کی علامت تھی لیکن اس امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الوف الوف تحیات و تسلیمات) کے گناہوں اور معاصی پر بھی پردہ ڈال دیا گیا اور ان کے اعمال کے قبول ہونے یا نہ ہونے کو بھی مخفی رکھا گیا، یوں ہی ان

میں سے گمراہ افراد کی بھی پوری شخصی نشاندہی نہیں کی گئی تاکہ ستر پردہ برقرار رہے۔

گمراہ فرقوں کے متعین نہ کرنے میں دوسری بڑی حکمت یہی ہے کہ شارع کا منشاامت میں افتراق وانتشار پیدا کرنا نہیں ہوتابلکہ امت کو جوڑے رکھنا اور اتفاق واتحاد برقرار رکھنا مقصود ہوتا ہے اگر فرقوں کے نام اور پوری نشاندہی ہو جاتی تو اس سے امت میں مزید خلفشار اور انتشار کے دروازے چوپٹ کھل جاتے جو کہ شارع کے منشا کے خلاف ہے۔

مثلاً خوارج کی گمراہی روایات میں بیان ہوئی ہے اور ساتھ ان کی کچھ نشانیاں اور علامات بھی احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں، اب ان علامات ونشانیوں کا مصداق کون سا فرقہ ہے؟ تاریخ کے ہر دور میں کچھ لوگ اپنے مخالفین کے متعلق لوگوں کو یہی باور کرانے میں اپنی توانائی خرچ کرتے رہے ہیں کہ وہ ان علامات کے مصداق اور خوارج ہیں ،موجودہ زمانہ تک یہی کچھ جاری ہے چنانچہ اب بھی ایک بڑا قابلِ رحم طبقہ تبلیغی جماعت تک کے لوگوں کو خوارج قرار دینے اور لوگوں کو ان سے دور رہنے میں مصروفِ عمل ہے۔

ایک بڑافائدہ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ دنیادار العمل اور دار الامتحان ہے یہاں نیکی وبدی کے راستے بتلائے اور دکھائے جاتے ہیں اور بس۔ اب کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہ ہے؟ یہ نتیجے کی جزء ہے جس کا تعلق دار الجزاء کے ساتھ ہے، دنیا کے موضع امتحان ہونے اور ایمان بالغیب کے مکلف ہونے کا تقاضایہ ہے کہ یہاں ان باتوں کی حتمی اور شخصی نشاندہی نہ کی جائے بس اتنی ہی بات پر اکتفاء کی جائے کہ

ہر شخص کو حق وباطل جاننے کے لئے اور دونوں میں تمیز کرنے کے لئے جانچنے اور پرکھنے کا ایک معیار اور ترازو دیدیا جائے، اگر کوئی شخص اپنی ہدایت یا ضلالت کو جانچنا چاہے تو آسانی کے ساتھ کر سکے، اب اگر کوئی شخص ترازو کی طرف التفات ہی نہ کرے اور یوں ہی کسی جماعت کے متعلق شریعت کی طرف سے اس رہنمائی کا طالب ہے کہ وہ اس کے سنت یا بدعت پر ہونے کی صریح اور دوٹوک نشاندہی کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی یہ خواہش غیر معصوم اور بے موقع ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فمن هنا لا ينبغي للراسخ في العلم أن يقول: هؤلاء الفرق هم بنو فلان وبنو فلان! وإن كان يعرفهم بعلامتهم بحسب اجتهاده.[1]

ترجمہ: "پختہ اہل علم کے لیے ان باطل فرقوں کے بارے میں یہ کہنا مناسب نہیں کہ وہ وہ فلاں فلاں لوگ ہیں اگرچہ وہ انہیں اپنی تحقیق کے مطابق علامات سے کیوں نہ جانے۔"

امام غزالی رحمہ کا وقیع تجربہ

امام غزالی رحمہ اللہ نے "الاقتصاد" میں اس حوالہ سے ایک بڑی اور کارآمد بات لکھی جس کو امام شاطبی رحمہ اللہ نے بھی "اعتصام" میں نقل فرمایا، وہ علم کلام کے حوالہ سے مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض گمراہ لوگ ذہین وفطین ہوتے ہیں اور ان سے حق قبول کرنے کی توقع ہوتی ہے ایسے لوگوں کے سامنے مناظرہ کرنے، تعصب دکھانے اور ہر ایسے اقدام سے گریز کرنے کی

---

[1] الاعتصام للشاطبي، ج٢ص٧٢٦.

ضرورت ہے جس کے نتیجہ میں وہ لوگ طیش میں آکر بلا وجہ اپنی بات پر ڈھٹ جائے اور ان کے لئے حق بات قبول کرنے سے کسی قسم کا کوئی مانع پیدا ہو جائے کیونکہ ایسی حالت میں وہ ضد وغیرہ کی وجہ سے حق قبول نہیں کریں گے اور الٹا اپنی ذہانت کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کریں گے۔

آپ اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وأكثر الجهالات إنما رسخت في قلوب العوام بتعصب جماعة من جهال أهل الحق أظهروا الحق في معرض التحري والادلاء، ونظروا إلى ضعفاء الخصوم بعين التحقير والإزراء. فثارت من بواطنهم دواعي المعاندة والمخالفة ورسخت في نفوسهم الاعتقادات الباطلة وعسر على العلماء المتلطفين محوها مع ظهور فسادها، حتى انتهى التعصب بطائفة إلى أن اعتقدوا أن الحروف التي نظروا بها في الحال بعد السكوت عنها طول العمر قديمة. ولولا استيلاء الشيطان بواسطة العناد والتعصب للأهواء لما وجد مثل هذا الاعتقاد مستقراً في قلب مجنون فضلاً عمن له قلب عاقل.[1]

ترجمہ: "عوام کے دلوں میں جہالت کی اکثر باتیں اہل حق کے جہلاء کی تعصب کی وجہ سے جڑ پکڑتی ہیں جو بے موقع و محل حق کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے کمزور مد مقابل کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، چنانچہ اس طرز عمل کی وجہ سے ان کے دلوں میں

[1] الاقتصاد في الاعتقاد،ص: ١٥.

مخالفت اور دشمنی کے جذبات ابھر کر دلوں میں باطل نظریات مضبوطی سے جگہ پکڑتی ہیں پھر تعصب سے پاک علماء کے لیے بھی وہ نظریات جس کا غلط ہونا واضح کیوں نہ ہو، مٹانا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ بعض لوگوں کی تعصب اس حد تک پہنچی ہے کہ وہ الفاظ کو بھی قدیم کہنے لگے لہذا اگر ان باطل پرست لوگوں پر شیطان کا تسلط تعصب اور عناد کی وجہ سے نہ ہوتا، تو عقلمند تو کیا یقینا اس قسم باطل نظریات کسی دیوانے کے بھی نہ ہوتے"۔

امام غزالی رحمہ اللہ کے اس تجربہ کی تائید کرتے ہوئے امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا ما قال. وهو الحق الذي تشهد له العوائد الجارية فالواجب تسكين الثائرة ما قدر على ذلك.

ترجمہ:"امام غزالی نے جو بات کہی ہے وہی درست ہے جس کی تصدیق روزمرہ کے حالات سی ہوتی ہے، پس جہاں تک ہو سکے فتنہ کو دبانا لازم ہے۔"

ان دو بزرگان دین (امام غزالی اور امام شاطبی رحمہا اللہ) نے جو کچھ ذکر فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ یہ بالکل درست اور واقع کے مطابق ہے مختلف ملل ونحل کی تاریخ دیکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کسی دین ومذہب کے اتباع کرنے والوں میں جب ایسی (بلاضرورت) بحث جڑ پکڑ لیتی ہے تو اس کے بعد اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے ان کی ہوا نکل جاتی ہے ایسے لوگ اندورانی انتشار میں مبتلا ہو کر بیرونی انتشار وگمراہیوں کے مقابلہ کرنے سے کمزور ثابت ہو جاتے ہیں، ان کی صلاحیتیں اور استعداد لوگوں کو دین حق سے روشناس کرانے اور گمراہی وبے دینی کے سیلاب سے بچانے کی جگہ (جو کہ ان کی ذمہ داری اور فرضِ منصبی ہے) اپنوں

کے خلاف ہی استعمال ہوتی ہیں اور یوں مختلف فتنوں اور گمراہیوں کے لئے میدان عمل بالکل خالی رہ جاتا ہے اور وہ پہلے سے زیادہ طاقتور بھیس میں آکر افراد انسانی کو اپنے آغوش میں یوں جکڑ لیتی ہیں جس کے بعد ان کے دامِ تزویر سے نکلنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں رہ پاتا۔

کسی کو کب اہلِ بدعت قرار دیا جائے؟

اس کے بعد امام شاطبی ذکر کرتے ہیں کہ درج ذیل دو صورتوں میں کسی کو مبتدع اور اہل بدعت ٹھہرانے کی گنجائش ہے:

۱: نص میں کسی فرقے کی تعیین کی گئی ہو، مثال کے طور خوارج ہیں کہ نصوص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عام امت سے افتراق اختیار کریں گے اور گمراہ ہوں گے اور ان کے کچھ حرکات واعمال بھی بعض روایات میں بیان کئے گئے ہیں، لہٰذا خوارج کو اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت قرار دینے میں مضائقہ نہیں۔

۲: کوئی شخص یا جماعت کسی گمراہی میں مبتلا ہو جائے اور دیگر لوگوں کو بھی اپنی گمراہی کی طرف راغب کرنا شروع کردے، ایسی صورت میں بھی اس جماعت کا تعاقب کرنا اور لوگوں کو ان کی گمراہی سے بچائے رکھنا ضروری ہو جاتا ہے لہٰذا اس موقع پر ایسی جماعت کو اہل بدعت اور اہل ہویٰ قرار دینے میں مضائقہ نہیں، چنانچہ "عاصم احول" ذکر کرتے ہیں کہ میں حضرت قتادہ کی مجلس میں تھا جبکہ وہاں "عمرو بن عبید معتزلی" کا تذکرہ چھڑا تو حضرت قتادہ نے اس کی مذمت کی اور ان کے مخالفت میں کچھ باتیں کہی جو مجھ کو ناگواز گزری، میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا کہ

ایک عالم دوسرے عالم کی برائی کیوں بیان کرتا ہے ؟ کیا ایسا کرنا برا نہیں ہے ؟ حضرت قتادہ نے جواب دیا کہ:

يا أحول:أولا تدري أن الرجل إذا ابتدع بدعة فينبغي لها أن تـذكر حتیٰ تحذر؟

ترجمہ:"اے احول! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی آدمی بدعت ایجاد کرے تو اس وقت مناسب یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے بارے میں بتایا جائے تاکہ لوگ اس سے بچے۔"

عمرو بن عبید معتزلی نے جب اپنے بعض گمراہانہ خیالات پھیلانا شروع کر دیا تو حضرت قتادہ، حسن بصری وغیرہ اس زمانے کے تقریباً تمام علماء راسخین نے اس کی تردید کرنا شروع کر دیا اور ان کی بدعت اور گمراہی کو واضح کیا۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ درج بالا دونوں صورتوں میں باہم میں کوئی تضاد وتعارض نہیں ہے اور دونوں کا مآل کار وہی ہے جو اس مضمون کے شروع میں ذکر کیا گیا کہ کسی فرد کے سنی یا مبتدع ہونے یا کسی جماعت کے اہل سنت یا اہل بدعت میں سے ہونے کا فیصلہ کرنے سے شرعی مصالح ومفاسد کا موازنہ کرنا ضروری ہے اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بعد اگر اطمینان ہو جائے کہ کسی خاص جماعت یا فرد کو اہل سنت سے خارج قرار دینے یا اہل بدعت کہنا ہی شرعی مصلحت کا تقاضا ہے تو تبھی ایسا اقدام کر لینا چاہیے ورنہ کسی کا نام لے کر گمراہ قرار دینے میں احتیاط ہی برتنا بہتر ہے، البتہ احتیاط کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ گمراہی وبدعت ہی کی تردید

---

[1] الاعتصام للشاطبي، ج۲ص ۷۳۰.

نہ ہو بلکہ اس سے مصالحت کی جائے، نہیں بلکہ شخص یا جماعت کا نام لیے بغیر گمراہی کی تردید اور بدعات کی اصلاح اور اس پر نکیر و تنقید بہر حال ضروری ہے۔

یہاں تک کی بحث و تمحیص کا حاصل یہ ہوا کہ عام حالات میں کسی کو اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت قرار دینے میں احتیاط برت لینا چاہئے البتہ شرعی مصلحت کا تقاضا ہو تو بعض باتوں کی پابندی کے ساتھ اس کی گنجائش ہے بلکہ بسا اوقات ایسا فیصلہ علماء کرام کی ذمہ داری اور فریضہ بن جاتا ہے جہاں اس طرح اقدام کئے بغیر کسی کی گمراہی کو روکنا ممکن نہ رہے اور اس طرح اقدام کرنے کی نتیجہ میں امید ہو کہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہ جائیں گے۔

اہل سنت و بدعت ہونے کا معیار

اب اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص یا گروہ کے متعلق اس طرح فیصلہ کرنے کی ضرورت درپیش ہو یا اپنے طور پر کسی شخص کو طلبِ حق کی توفیق نصیب ہو جائے اور وہ یہ معلوم کرنا چاہے کہ میرے نظریات و اعتقادات اہل سنت والجماعت کے مطابق ہے یا اہل بدعت کے قریب؟ تو ایسے وقت حق و باطل کا معیار کیا رکھ لینا چاہئے اور کوئی شخص کیونکر یہ فیصلہ کر سکے؟ اس مرحلہ میں کئی غلطیاں کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے بعض اوقات لوگ تردد کا شکار ہو جاتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ علمِ کلام وعقائد کی کتابوں میں ذکر کردہ اعتقادات کی بناء پر جانچ پڑتال کیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں بسا اوقات کچھ پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔

ضابطہ کی بات

اس لئے ضابطہ کے طور پر یہ جان لینا چاہئے کہ یہاں سنت سے حضور نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور تقریرات مراد نہیں ہیں بلکہ سنت ضد ہے بدعت کی، اس کا ایک واضح قرینہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل روایت ہے کہ:

صلىٰ بنا رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يا رسول الله كأن هذه موعظة مودع، فماذا تعهد إلينا؟ فقال «أوصيكم بتقوىٰ الله والسمع والطاعة، وإن عبدا حبشيا، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرىٰ اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة.[1]

ترجمہ: "آپ ﷺ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور بہت اچھی نصیحت فرمائی جس کی وجہ سے آنکھیں نمناک اور دلوں پر خوف طاری ہوا، ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ شاید یہ آخری وعظ ہو، آپ ہمیں کیا وصیت فرمائیں گے ؟ فرمایا: میں تمھیں تقوی اور بڑوں کی بات سننے اور اسے ماننے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حاکم ایک حبشی غلام کیوں نہ ہو، کیوں کہ جو میرے بعد زندہ رہے

[1] سنن أبي داود،باب في لزوم السنة،رقم الحديث: ٤٦٠٧.

گا اسے بہت اختلافات دیکھنے کو ملیں گے پس تم پر میری سنت اور خلفاءراشدین کی سنت لازم ہے، اسے مضبوطی سے پکڑلو اور نئے نئے امور سے بچو، کیونکہ دین میں اپنی طرف سے ہر نئی چیز ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

سننِ ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ.[١]

ترجمہ: "نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ وہ گمراہی ہے، جو اسے پائے وہ میری اور میرے خلفاءراشدین کی سنتوں کو مضبوطی سے پکڑلے۔"

"صحیح ابن حبان" میں اس روایت کے بعد امام ابو حاتم رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ امت کے اختلافات وانتشار کے زمانے میں جو لوگ سنن کی پابندی کریں گے اور خلاف سنت آراء یعنی بدعات ومحدثات سے بچتے رہیں گے وہ فرقہ ناجیہ میں سے شمار ہوں گے، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال أبو حاتم في قوله صلى الله عليه وسلم: «فعليكم بسنتي» عند ذكره الاختلاف الذي يكون في أمته بيان واضح أن من واظب على السنن، قال بها، ولم يعرج على غيرها من الآراء من الفرق الناجية في القيامة.[٢]

---

[١] سنن الترمذي،باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع،رقم الحديث: ٢٦٧٦.

[٢] صحيح ابن حبان، ذكر وصف الفرقة الناجية من بين الفرق التي تفترق عليها أمة المصطفى صلى الله عليه وسلم-ج١ص١٨٠.

ترجمہ: "آپ ﷺ کا ارشاد گرامی (امت میں اختلاف کے وقت میری سنتوں کو مضبوطی سے پکڑو) سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ جو آپ ﷺ کی سنتوں پر کاربند ہو اور ان کے علاوہ آراء کی طرف التفات نہ کرے وہ قیامت کے دن نجات والوں میں سے شمار ہو گا۔"

اس مفہوم کی تمام روایات میں امت کے اندر پیدا ہونے والی اختلافات کی پیش گوئی فرمائی گئی اور پھر اختلاف کے زمانے میں سنت پر جمے رہنے اور محدثات وبدعات سے دور رہنے کی تاکید کی گئی اور ساتھ سنت کو بدعت کے مقابل کے طور پر ذکر کر کے بدعات کو ضلالت وگمراہی قرار دیا گیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اختلافات کے طوفانی دور میں جس سنت پر جم کر رہنے اور اس پر مر مٹنے کی بہر حال ضرورت ہے اس سے مراد وہ سنت ہے جو بدعت اور محدثات کا متقابل ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص عملی طور پر کھانے پینے، لباس پہننے اتارنے، طہارت ونماز وغیرہ کے سنن کا تارک ہو تو گو وہ متروکہ سنت کی برکات سے محروم ہے لیکن محض اس کی وجہ سے اس کو اہلِ سنت سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا، یوں ہی اجتہادی مسائل میں مجتہدین وفقہاء کے اختلافات کو بھی ان اختلافات میں شمار نہیں کیا جاسکتا جس میں کسی ایک فریق کو گمراہ وضال قرار دیا جاتا ہے کہ اس نوع کے اختلافات جماعت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام میں رائج تھیں۔

بدعت اعتقادی مراد ہے یا عملی بھی؟

رہا یہ مسئلہ کہ اس باب میں بدعت سے کیا مراد ہے؟ کونسی بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی اہل سنت سے خارج ہو کر مبتدع قرار پاتا ہے؟ کیا محض اعتقادی

بدعات کی وجہ سے ایسا ہو گا یا عملی بدعات کا بھی یہی حکم ہے؟ اس میں بظاہر اہلِ علم کی دورائے معلوم ہوتی ہیں بہت سے اہلِ علم کے نزدیک تو اس میں عموم مقصود ہے جس چیز پر بھی بدعت کی شرعی تعریف صادق آئے گی اس کا یہی حکم ہے خواہ وہ محض اعتقادی بدعات ہوں یا عملی بھی ہوں، امام شاطبی رحمہ اللہ نے اس پر بڑا تفصیلی کلام فرمایا ہے، ایک جگہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

وهذا التعديد بحسب ما أعطته المنة في تكليف المطابقة للحديث الصحيح، لا على القطع بأنه المراد، إذ ليس على ذلك دليل شرعي، ولا دل العقل أيضا على انحصار ما ذكر في تلك العدة من غير زيادة ولا نقصان، كما أنه لا دليل على اختصاص تلك البدع بالعقائد.[1]

ترجمہ: "بدعات کی یہ اعداد و شمار ویسے حدیث کی تطبیق کی وجہ سے کی گئی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ بدعات بس یہی ہیں ان کے علاوہ کچھ نہیں، اسی طرح بدعات عقائد میں بھی منحصر نہیں (بلکہ اعمال میں بدعت کی آمیزش ہوتی ہے اور عمل پر بھی بدعت کا اطلاق ہو سکتا ہے)"

امام ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فقوله صلى الله عليه وسلم: «كل بدعة ضلالة» من جوامع الكلم لا يخرج عنه شيء، وهو أصل عظيم من أصول الدين، وهو شبيه بقوله: «من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد» ، فكل من أحدث

---

[1] الاعتصام للشاطبي، ج٢ص٧٢٠.

شيئا، ونسبه إلى الدين، ولم يكن له أصل من الدين يرجع إليه، فهو ضلالة، والدين بريء منه، وسواء في ذلك مسائل الاعتقادات، أو الأعمال، أو الأقوال الظاهرة والباطنة.[١]

ترجمہ: "آپ ﷺ کا ارشاد گرامی کہ: "ہر بدعت گمراہی ہے" یہ ایسی جامع بات ہے جس سے کوئی چیز باہر نہیں اور یہ حدیث دین اسلام کے اہم صولوں میں سے ایک ہے جو اس فرمان کی طرح ہے کہ: جس نے ہمارے اس دین کے کاموں میں کوئی نئی بات ایجاد کی جس کے بارے میں ہمارے طرف سے کوئی رہنمائی نہ ہو وہ رد ہے۔ پس جو کوئی نئی بات ایجاد کرکے اسے دین کی بات سمجھے اور اس کی کوئی اصل (دلیل) شرعی نہ ہو تو وہ گمراہی ہے اور دین اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا اعمال واقوال کے ساتھ"

ان دونوں عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ بدعت کا تعلق خواہ اعتقاد و نظریہ کے ساتھ ہو یا اعمال واقوال کے ساتھ، بہر حال وہ وہ سنت کی ضد ہے اور اس کی وجہ سے کہنے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا، جبکہ بہت سے علماء و متکلمین مبتدع صرف اسی کو قرار دیتے ہیں جو اعتقادات میں کسی بدعت کا قائل ہو[٢]، بہر حال اگر عملی بدعات کو حدود میں رکھا جائے اور اس میں مبالغہ سے کام لیکر انتشار و تفرق پیدا نہ کی جائے تو جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا کہ ایسے بدعات کی وجہ سے کسی معین شخص کو خصوصی طور پر مبتدع ٹھہرانے اور اہل سنت سے خارج قرار دینے کی ضرورت ہی درپیش نہیں ہوتی۔

---

[١] جامع العلوم والحكم، ج٢ص١٢٨.

[٢] ان دونوں باتوں کی تحقیق و تطبیق کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب: "فقہ البدعۃ" کا باب خامس۔

اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کی حالت پر رحم وکرم فرمائیں اور اس کو انتشار و تفرق ،داخلی وخارجی خلفشار سے محفوظ ومامون فرمائیں۔

بندہ عبید الرحمٰن

۱۵شوال ۱۴۱ھ